ام مریم

"آئی ایم سوری مسز حسن! مجھے آپ کے احساسات و جذبات کے مجروح ہونے کا احساس ہے' مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ میں آپ سے سچ چھپا نہیں سکتی' میڈیکل ٹیسٹ کے بعد جو رزلٹ سامنے آیا ہے' وہ یہی ہے کہ آپ میں ماں بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔" ڈاکٹر روبینہ کے الفاظ کسی بم کی طرح اس کی سماعت پر گرے تھے۔

وقار حسن کی آنکھوں تلے بھی جیسے اندھیرے چھا گئے۔ بھنچے ہوئے لبوں اور ضبط کی کوشش میں سرخ آنکھیں جھکائے انہیں اپنا دل یکلخت خالی ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ ہر سو جیسے تیز ہواؤں کے جھکڑ تھے۔ ان کا بے کل و مضطرب دل جیسے اندر ہی اندر اتھاہ گہرائیوں میں اترتا جا رہا تھا۔ ان کی سماعت میں ثانیہ کی آہیں' سسکیاں گونج رہی تھیں۔ وہ ان کی طرح مضبوط اعصاب نہیں رکھتی تھی۔ جب ہی تو اس روح فرسا انکشاف نے بکھیر کے رکھ دیا تھا اسے۔

"وقار! سنا آپ نے' یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ میں کبھی ماں نہیں بن سکتی۔" وہ روتے ہوئے ان کے کاندھے پہ سر رکھ کے گلوگیر آواز میں بولی۔ وقار حسن نے اپنی گہری رنگ آنکھیں اٹھا کر اس کے چہرے پہ بکھرتے آنسوؤں کو دیکھا۔

"ٹیک اٹ ایزی مسز حسن! ریلیکس' خدا کے ہر فیصلے میں مصلحت ہوا کرتی ہے آپ سمجھ دار ہیں' پلیز! خود کو سنبھالیں۔ پلیز مسٹر وقار!" ڈاکٹر روبینہ نے بے بسی سے کہتے ہوئے وقار حسن کو مخاطب کیا تو وقار حسن بہت ضبط سے مسکرائے۔

"تھینک یو ڈاکٹر!" پھر وہ ثانیہ سے مخاطب ہوئے۔ "ثانیہ! اٹھو' چلتے ہیں۔ پلیز! حوصلہ رکھو۔"

ناولٹ

وہ ثانیہ کو سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے بولے۔ ڈاکٹر روبینہ نے بہت متاسفانہ نگاہوں سے اس جوڑے کو دیکھا تھا جو اس غیر متوقع خبر کے بعد بکھرنے کے مرحلے میں تھا۔

☼ ☼ ☼

"کیا ہو گیا ہے ثانیہ! تم اتنی کمزور تو نہیں تھیں۔ بی بریو! سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وقار حسن نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے تکیوں کے سہارے نیم دراز ثانیہ کو نڈھال سے انداز میں پڑے دیکھ کر ایک بار پھر دل جوئی کی تھی۔

"اب باقی کیا بچا ہے وقار! کیا ٹھیک ہو گا؟" ثانیہ نے دکھ سے کہتے ہوئے انہیں دیکھا تو وقار حسن نگاہ چرا گئے۔

"بہرحال! خدائی کاموں میں کیا زور۔ ہمیں اس کی مصلحت میں ہی اپنی بقا ڈھونڈنا ہو گی۔"

"کاش ایسا نہ ہوتا۔ ساری زندگی آس میں بیت جاتی۔ دس سال بھی تو اسی آس کا دامن تھامے رکھا تھا وقار! مگر اس چیک اپ نے تو ہر امید توڑ دی ہے۔" وہ شدید کرب کا شکار تھی۔

"کیوں مایوس ہوتی ہو ثانیہ! ان ڈاکٹروں سے بڑا بھی تو ایک ڈاکٹر ہے۔ اس سے مانگو۔ مایوسی کفر ہے۔ مایوس مت ہو۔" انہوں نے ثانیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ڈھارس بندھائی۔

"پتا نہیں کیوں میرا دل بہت ہول رہا ہے وقار! اماں جان سے کب تک یہ بات چھپی رہ سکے گی؟ اتنا بینک بیلنس، جاگیریں، وسیع پھیلا ہوا بزنس اور اس کا وارث کوئی ایک بھی نہیں۔ اماں کہاں برداشت کریں گی۔ آپ کی تمام محبت دھری رہ جائے گی۔ وہ آپ کی دوسری شادی کرا دیں گی۔" پلکوں کی دہلیز سے چھلکتی نمی اس کی کنپٹیوں سے ہوتی بالوں میں جذب ہونے لگی۔

وقار حسن نے اس کے خدشات پر ایک ٹھنڈا سانس بھرا۔

"کیسے یقین دلاؤں ثانیہ! کہ میں دوسری شادی نہیں کروں گا، چاہے عمر بھر اولاد نہ ہو۔ دیکھو! اگر میرے نصیب میں رب نے یہ خوشی رکھی ہے تو اللہ تمہارے ذریعے سے بھی دے سکتا ہے۔ اس کے گھر میں کمی نہیں ہے، دیر ہے اندھیرا نہیں۔ تم سب اللہ پہ کیوں نہیں چھوڑ دیتیں؟" وہ دھیرے دھیرے اسے سمجھا رہے تھے اور پتا نہیں وہ سمجھی تھی یا نہیں البتہ خاموشی اختیار کر لی اور وقار حسن کے لیے یہی کافی تھا۔

☼ ☼ ☼

"اماں! یہ کچھ پیسے ہیں۔" وہ کچن میں آئی تو ماں کو چولہے کے پاس بیٹھے افسردگی سے راکھ کریدتے ہوئے دیکھ کر آہستگی سے پکارا۔

"پیسے۔" ماں نے سر اونچا کیا۔ ان کی سرمئی آنکھوں میں سرمئی غبار پھیلا تھا۔

وہ نظریں چرا گئی۔ یہ آنسوؤں کی نمی تھی جو اس کے باپ کی چار چوٹ کی مار کھا کر اس کی ماں کی آنکھوں میں اتر آیا کرتی تھی۔

"کہاں سے آئے؟" انہوں نے لپک کر وہ میلے کچیلے نوٹ اس سے جھپٹے۔

"بیلو اور منی سے فیس لی ہے اماں!" وہ سر جھکائے جیسے کسی جرم کا اعتراف کر رہی تھی۔

"مگر ابھی تو مہینہ ختم نہیں ہوا" انہوں نے فیس کیسے دے دی؟"

"میں نے خالہ سے خود کہہ کر لیے ہیں اماں!" اس نے سر نیہوڑائے ہوئے جواب دیا اس کی ماں گم صم ہو گئی۔

"کچھ پکانے کو لے آؤ اماں! شام ڈھل رہی ہے۔ اندھیرا ہو گیا تو پکانا مشکل ہو جائے گا پھر تیل پہ علیحدہ خرچ اٹھے گا۔ پانچ روپے کا اتنا تھوڑا تیل دیتا ہے چاچا طفیل کہ چراغ بھی پورا نہیں بھرتا۔" وہ بولتے ہوئے آنگن کے کنستر کے پاس آ کر ڈھکن کھول کر اندر جھانکنے لگی اور جیسے دل ہول گیا۔ آٹا جس قدر کم اتنا تھا کہ بس اسی وقت پورا پڑتا اور اس کے پاس کل متاع یہ وہ سو روپیہ۔

اس کا دل یاسیت میں گھرنے لگا۔ آٹا چھان کر پرات میں نکالا اور بیٹھ کر گوندھنے لگی۔

"پتا نہیں اتنی آزمائشوں نے ہمارے گھر کا رستہ ہی کیوں دیکھ لیا۔" مگر اگلے ہی لمحے وہ سہم گئی۔ "نہیں! یہ تو ناشکری ہے اور ناشکری خدا کو پسند نہیں۔ اللہ ہے نا، وہی مالک ہے۔" وہ اگلے ہی لمحے سب کچھ اسی رزاق پہ چھوڑ کر بے فکر ہو چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

"ثانیہ! تم تیار نہیں ہوئیں؟" وقار حسن آفس سے آئے تو اسے اسی یاسیت کے حصار میں گھرے بیڈ پہ لیٹے دیکھ کر استفسار کیا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا وقار پلیز! آپ اکیلے ہی چلے جائیں۔" وہ بے زاری سے گویا ہوئی اور ریموٹ سے ٹی وی کی آواز اونچی کر دی۔

"ثانیہ! یہ کوئی بزنس کے حوالے سے دی گئی پارٹی یا عشائیہ نہیں۔ صالحہ تمہاری قریبی دوست اور پھر ہماری عزیزہ بھی ہیں، اگر ان کے بیٹے کی سالگرہ میں شریک نہیں ہوں گے تو کتنا ہرٹ ہوں گی وہ۔"

"یہی تو بات ہے وقار کہ میں نہیں جانا چاہ رہی۔ بیٹے کی سالگرہ ہے۔ نہیں برداشت ہوتی مجھ سے اپنی کمی، اپنی خامی کا احساس ایسے کتنا دل برداشت کرتا ہے مجھے، آپ کیا جانیں!" وہ ایک دم سے ضبط گنوا کر چلائی اور کرسٹل کا گلدان فرش پہ دے مارا۔

وقار حسن اس کی ذہنی کیفیت کو سمجھتے ہوئے ڈھیلے پڑ گئے۔

"او کے او کے، ریلیکس ثانی! ٹیک اٹ ایزی۔ مت جاؤ، مگر یوں ٹیمپر لوز مت کرو۔" انہوں نے کرسٹل واز کی بکھری کرچیوں پہ ایک اچٹتی نگاہ ڈالتے ہوئے رسانیت سے کہا۔ ثانیہ گہرے گہرے سانس بھرتے ہوئے خود پہ قابو پانے لگی۔

وقار حسن نے ملازمہ کو پکار کر کرچیاں صاف کرنے کا کہا اور خود وارڈروب سے اپنا سوٹ نکالنے کے بعد واش روم میں بند ہو گئے۔

"وقار۔" وہ تیار ہونے کے بعد اپنا والٹ اور موبائل جیب میں رکھ رہے تھے، جب ثانیہ بے قراری سے پکارتے ہوئے اٹھ کر قریب آ گئی۔

"آپ میرے ہیں وقار؟ صرف میرے؟ اگر اماں جان آپ کو فورس کریں تب بھی آپ مجھے چھوڑ کر کسی اور سے شادی نہیں کریں گے نا؟" ثانیہ کی سرخ آنکھوں میں اضطراب اور وحشت تھی۔

"نہیں! اور اب تم بے فکر ہو جاؤ، جانتی ہو نا کہ میں اپنی بات پہ قائم رہتا ہوں۔ ہم بچہ ایڈاپٹ کر لیں گے۔ اماں کو بہلانا اتنا مشکل نہیں ہے مگر ڈونٹ یو وری۔" انہوں نے ثانیہ کا گال سہلا کر آہستگی سے مسکرا کر تسلی سے نوازا۔ ثانیہ تھکے ہوئے انداز میں سر ہلا کر رہ گئی مگر اس کا ذہن ابھی تک الجھا ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

روا نے دعا مانگ کر منہ پہ ہاتھ پھیرے اور اٹھ کر جائے نماز تہہ کرنے لگی۔ اماں چھوٹے کو گود میں دبکائے سر اٹھائے آسمان کو خالی نظروں سے تکے جا رہی تھیں۔

"اماں!" وہ آکر آہستگی سے ان کے پاس بیٹھ گئی۔

"میں نے کہا تھا نا اماں! فکر مت کرو، اللہ مالک ہے۔ وہ سب سے بہتر سبب پیدا فرمانے والا ہے۔ اپنے بندوں کا رزق اس کے ذمے ہے۔ پتا ہے اماں! بلی کی امی کی ایک دوست بہت بڑے بنگلے میں ملازمہ ہے۔ بلکہ ملازموں کی ہیڈ ہے۔ یعنی نوکرانیوں کی نگرانی کرتی ہے۔ اس نے بلی کی امی سے کہا تھا کہ اس کی مالکن کو اپنے بچوں کے لیے گھر پہ ٹیوشن پڑھانے کے لیے استانی چاہیے۔ بس تم دعا کرنا اماں! مجھے آج وہاں جانا ہے۔"

"اور وہ تمہارا باپ۔۔۔ وہ اور بھی غصہ ہو جائے گا

ردا۔ اور پھر کیا پتا کیسے لوگ ہوں۔ میرا دل ڈرتا ہے پُتر۔" اماں نے ایک نظر اس کے معصوم چہرے پہ ڈالی۔

"بے فکر ہوجاؤ اماں! میں استخارہ کرچکی ہوں۔ مثبت اشارہ ملا ہے' تب ہی یہ قدم اٹھایا ہے۔" وہ ان کے ہاتھ تھام کر مسکرائی۔ اماں کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو بھرنے لگے۔

✡ ✡ ✡

"یہ کباب لو ثانی! بہت زبردست ٹیسٹ ہے' ممی نے بطور خاص بنوائے تھے۔" مسز جبار نے کباب اٹھا کر اس کی پلیٹ میں رکھا۔

"تم نے مائنڈ تو نہیں کیا۔ صالحہ! دراصل مجھے آنا تھا' مگر اچانک ہی طبیعت خراب ہوگئی۔" ثانیہ نے بڑے اعتماد سے جھوٹ بولا۔

صالحہ اس کی بہت قریبی دوست تھی۔ جس سے کوئی بھی بات چھپی نہیں تھی' مگر یہ زخم ایسا تھا کہ وہ ابھی اس پہ پردہ ڈالے رکھنا چاہتی تھی۔

"ہوں! وقار بھائی نے بتایا تھا۔ اٹس او کے! میں نے مائنڈ نہیں کیا۔" صالحہ نے مسکرا کر اس کی تسلی کرائی۔

"تم گاؤں گئی تھیں؟ ساس کیسی ہیں تمہاری؟ اب تو وقار بھائی کی دوسری شادی کا رونا نہیں روتیں' اُف! بچے نہ ہونا بھی عورت کا قصور ہوگیا۔ مائی فٹ! کتنی دقیانوسی سوچ ہوتی ہے ان ٹیپیکل وڈیرے ٹائپ لوگوں کی۔" صالحہ ناک چڑھا کر کہہ رہی تھی۔ ثانیہ کی آنکھوں میں آنسو بھرنے لگے۔

"ڈاکٹر نے مجھے بانجھ قرار دیا ہے صالحہ! میں کبھی ماں نہیں بن سکتی۔ وہ عورت اب جیت کے قریب ہے۔ وقار مجھے اپنی گرفت سے پھسلتے محسوس ہو رہے ہیں۔ تم جانتی ہو نا میں کتنی پوزیسو ہوں وقار کے لیے؟ ایک عالم سے ٹکرا کر میں نے اسے پایا تھا۔ عشق کی حد تک جنون ہے مجھے اس کا۔ بھلا کیسے شیئر کرسکوں کی اسے کسی کے ساتھ؟ وہ بھی عمر بھر کے لیے۔" وہ سسکیاں بھرنے لگی۔

"ہاں! کہتی تو تم صحیح ہو ثانیہ! مگر کیا یہ ضروری ہے کہ تم اس عورت کو جیتنے دو؟ اس سے پہلے کہ تمہاری ساس وقار بھائی کی شادی کریں' تم خود یہ کام کردو۔"

"کیا؟" ثانیہ صدمے سے چلائی۔

"چیخو مت ثانی! اور میری بات سنو۔" وہ اس کی طرف سرکی اور ان کے کانوں میں سرگوشیاں کرنے لگی۔ ثانیہ کے چہرے پہ پہلے تذبذب پھیلا تھا' پھر تفکر اور آخر میں بھرپور آسودگی۔

"میں سمجھتی تھی میں ہی انٹیلی جنٹ ہوں' مگر آج تم نے ثابت کیا ہے کہ میں اگر ذہین ہوں تو تم چالاک بھی ہو۔" ثانیہ نے کہا' دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑیں۔

✡ ✡ ✡

"ہیلو! کیسی ہو ڈیر؟"

"فائن' آج کیسے یاد کیا؟"

"مجھے تمہاری ہی یاد آتی ہے ہردم۔ آئیڈیا جو اتنا زبردست دیا ہے۔ دل چاہتا ہے صبح سے شام نہ ہو اور میں وہ سب کرکے ان کا دل جیت لوں۔ کتنا حیران ہوں گے وہ اور میرے احسان مند بھی۔"

"ہاں! مگر طوطے تو تب اڑیں گے جب اس ڈرامے کا کلائمکس ہوگا۔" صالحہ نے ان کی بات کو بڑھاوا دیا اور دونوں ہنسنے لگیں۔

"اچھا یار! اب آئیڈیا دیا ہے تو میری مدد بھی کرونا! کوئی لڑکی ڈھونڈو وقار کے لیے۔" ثانیہ نے وہ بات کی جس کے لیے فون کیا تھا۔

"ہاں ہاں! کیوں نہیں' بے فکر رہو' مگر یار! لڑکی نہیں عورت' اب اتنی بھی فراخدلی کا مظاہرہ نہ کرو۔" صالحہ نے ٹوکا تو ثانیہ ہنسنے لگی۔ صالحہ نے فون بند کیا تو ملازمہ جیسے اس کے فارغ ہونے کی ہی منتظر تھی۔

"بیگم صاحبہ! وہ ٹیوٹر آئی ہے' میں نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے۔"

"اچھا! ٹھیک ہے' میں آتی ہوں۔" اس نے آئینے کے سامنے آکر اپنا جائزہ لیا۔ آتشی بریزے کا سوٹ ہم رنگ لپ اسٹک اس کے یاقوتی لبوں پہ بہار دکھا رہی تھی۔ اپنے حلیے سے مطمئن ہوکر وہ بالوں میں برش کرکے ڈرائنگ روم میں آگئی۔

"السلام علیکم!" وہ اسے دیکھتے ہی بہت اعتماد سے گویا ہوئی تھی۔

"وعلیکم السلام! تم ہو ٹیوٹر؟" اس نے نخوت سے کہا۔

"جی۔" وہ مختصراً بولی۔

"نام؟"

"ردا اشفاق۔"

"باپ کیا کرتا ہے تمہارا؟" اور یہ وہ سوال تھا جس نے اس کا اعتماد پارہ پارہ کردیا۔ کیا بتاتی کہ وہ جوا کھیلتا ہے یا یہ بتاتی کہ نشہ کرتا ہے۔ ساس کو گالم گلوچ اور مار پیٹ کرکے پیسے چھین لیتا ہے یا یہ کہ ایک ایک کرکے گھر کی تمام قیمتی اشیاء وہ فروخت کرچکا ہے۔

"جی! کچھ نہیں' وہ بیمار رہتے ہیں۔" اس نے مجرمانہ سی شرمندگی سے بتایا۔

"ہوں! جب ہی تم۔ خیر! اپنی سی وی لائی ہو؟" صالحہ نے اس کے معمولی لباس پہ گہری نگاہ ڈال کر نخوت سے سوال کیا۔

"جی!" وہ اپنی گود میں دھری فائل اس کے سامنے ٹیبل پہ رکھ کر پھر بیٹھ گئی۔ فائل کو دیکھ کر اس کی پیشانی پہ تردد بکھر گیا۔

"تمہارا اکیڈمک ریکارڈ اگرچہ بہت شان دار ہے' مگر تعلیم تو بہت واجبی سی ہے' فقط بی اے۔ پھر جاب ایکسپیرینس بھی نہیں ہے۔"

"جی! میں گھر میں بچوں کو ٹیوشن دیتی رہی ہوں۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"اوکے! ایسا کرتی ہوں کہ تمہیں ٹرائل پہ رکھ لیتی ہوں۔ اگر تمہاری کارکردگی سے مطمئن ہوئی تو پھر سوچیں گے۔ میں تمہیں دو بچوں کے ایک ہزار روپے دوں گی۔ یہ تمہارے گھر کے حالات کی وجہ سے ہیں۔ اتنے پیسے تمہیں پہلے کبھی نہیں ملے ہوں گے' مجھے امید ہے کہ تم بچوں کو اچھی طرح پڑھاؤ گی۔ اوکے! ابھی سے شروع کروگی یا کل سے؟" وہ اس کا سرخ ہوجانے والا چہرہ جانچتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"جی! کل سے۔ ابھی تو میں نے اماں کو صرف انٹرویو کا بتایا تھا۔ چلتی ہوں۔ اللہ حافظ۔" وہ اٹھ گئی۔

✡ ✡ ✡

"یہ لڑکی کیسی رہے گی؟" ردا اندر بچوں کو ٹیوشن دے رہی تھی۔ ثانیہ دوسرے کمرے میں صوفے پر بیٹھی اسے بغور تکتے ہوئے صالحہ سے رائے چاہ رہی تھیں۔ صالحہ کو دھچکا لگا۔

"کیا کہہ رہی ہو ثانی؟ ہوش میں تو ہو؟ یہ اتنی کم عمر اور حسین لڑکی ہی تمہیں دکھائی دی ہے؟ مانا تمہیں جلدی ہے' مگر اس جلدی میں غلطی تو مت کرو۔" صالحہ بولنے پہ آئی تو چپ ہونے کا نام نہیں لیا۔

خواتین کے لیے خوبصورت تحفہ

خواتین کا گھریلو انسائیکلوپیڈیا

کا نیا ایڈیشن قیمت -/750 روپے

کے ساتھ کھانا پکانے کی کتاب

کھانا خزانہ

قیمت -/250 روپے بالکل مفت حاصل کریں۔

آج ہی -/800 روپے کا منی آرڈر ارسال فرمائیں۔

منگوانے کا پتہ:

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 32216361

ثانیہ نے ردا کی طرف دیکھا۔ ملگجا سا معمولی لباس پہننے اور میل سے چپکے بال اور گرد سے اٹے چہرے کے ساتھ تھکا تھکا سا انداز لیے وہ خاموش رہ کر بھی اپنی بدحالی اور کم مائیگی کا چیخ چیخ کر اعلان کر رہی تھی۔ وہ اسے کسی طرح بھی پرکشش محسوس نہ ہوئی۔ ثانیہ نے غیر ارادی طور پر اس کا موازنہ اپنے ساتھ کیا۔

قیمتی لباس' جدید انداز کے تراشے ہوئے بال' نفاست سے کیا گیا میک اپ اور خوشبوؤں میں بسے ہوئے وجود کے ساتھ شاہانہ انداز لیے ہوئے اس نے خود کو بہت برتر جانا۔

وہ اسے اپنے سامنے بے حد کم مایہ محسوس ہوئی۔ اس نے ناراض ہو کر صالحہ کی طرف دیکھا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ یہ معمولی لڑکی مجھے یعنی ثانیہ کو چیت کرے گی؟"

"ان۔ نہیں۔" صالحہ نے گڑبڑا کر نفی میں سر ہلایا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے کچھ کہا تو ثانیہ ناراض ہو جائے گی۔

ثانیہ مسکراتے ہوئے گویا ہوئی۔ "صالحہ! تم صرف چالاک ہو' ذہین نہیں' جہاں تک میرا ذہن جا پہنچا ہے وہاں تک تم کبھی نہیں پہنچ سکتیں' اس لیے کہ میں نہ صرف ذہین ہوں' بلکہ چالاک بھی ہوں۔ اب سنو میرا آئیڈیا کیا ہے۔ میں اس لڑکی سے وقار کی شادی کرواؤں گی تو اس کی وجہ ایک تو اس کا کمزور بیک گراؤنڈ ہے' دوسرے یہ کم عمر بھی ہے' وقار میرے ممنون و مشکور ہو کے رہیں گے۔" اس نے ایک زہریلی مسکراہٹ لبوں پہ سجائی۔ "پختہ عمر کی عورت سے شادی کا رسک اس لیے نہیں لوں گی ڈیئر! کہ اگر وہ بھی ماں نہ بنی تو اس قربانی کا فائدہ؟ جب دل پہ پتھر رکھنا ہی ٹھہرا تو کیوں نہ وہ کام کیا جائے جس میں کامیابی کے امکان سو فیصد ہوں۔"

☼ ☼ ☼

"وکی! ایک بات کہوں؟" وقار حسن معمول کے مطابق مطالعہ میں مصروف تھے' جب ثانیہ نے سرک کر ان کے قریب ہوتے ہوئے اپنا سر ان کے شانے سے ٹیک دیا۔

"ہاں! بولو۔" انہوں نے صفحہ پلٹتے ہوئے بڑی فراخدلی سے اجازت دی' ورنہ ثانیہ جانتی تھی کہ دوران مطالعہ وہ کسی کا ڈسٹرب کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

"اف! پہلے کتاب تو ہٹائیں۔" ثانیہ نے صرف کہا نہیں' بڑے لاڈ بھرے انداز میں ان کے ہاتھ سے کتاب لے کر ایک طرف رکھ دی۔

"خیریت؟ بہت سنجیدہ ہو رہی ہو تم۔؟" وقار حسن نے بادل ناخواستہ مسکرا کر اسے دیکھا۔

"ایک بات مانیں گے؟"

"یار! کہو گی تو مانوں گا نا۔" وہ اس کی ذہنی حالت کے پیش نظر بہت محتاط رویہ اپنائے ہوئے تھے۔

"ہو سکے ایسے طے ہے کہ مانیں گے ضرور' پرامس؟" ثانیہ نے ان کی بات پہ گرفت کی تھی یا دوسرے لفظوں میں پکڑی تھی۔ وقار حسن چونکے اور بغور انہیں تکا۔

"ایسی کون سی اہم بات ہے ثانیہ! کہ تم مجھ سے کہے بغیر ہی پرامس لے رہی ہو؟" ان کا لہجہ ان کی الجھن کا غماز تھا۔

"بتاؤں گی' مگر تب جب آپ ماننے کا وعدہ کریں گے۔" ثانیہ نے کاندھے اچکائے۔

"ایسے کیسے وعدہ کرلوں بھلا؟" وہ متردد ہوئے۔

"مجھ پہ بھروسا نہیں؟ بھلا آپ کے لیے غلط کر سکتی ہوں؟" وہ جذباتی ہونے لگی تو وقار پھنس کر رہ گئے۔

"یہ بات نہیں ہے ثانی! مگر۔"

"کم آن وکی! اتنا مت الجھیں' بس مجھ پہ ٹرسٹ رکھیں۔" وہ ٹھنکنے کے انداز میں بولی۔

وقار حسن چونک گئے۔ ثانیہ سے محبت لاکھ سہی' مگر وہ اس کی گھاگ فطرت سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ یوں بنا سوچے سمجھے' جانے بغیر وہ ہرگز کوئی وعدہ نہیں

کر سکتے تھے۔

"یوں پہیلیاں بجھوانے کی بجائے صاف بات کیوں نہیں کرتیں ثانیہ؟"

"تو گویا آپ مجھ پہ بلیو نہیں کر رہے؟" ثانیہ نے بگڑ کر کہا تھا۔

"یہ بات نہیں ہے ثانیہ پلیز۔" وہ گڑبڑائے۔

"یہی بات ہے۔ اور کیا مطلب نکلتا ہے آپ کی اس پس و پیش کا؟" وہ فوراً ہی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو بھر لائی۔

"مائی گڈنیس۔" وقار بے بس سے ہوئے۔

"او کے قائل! جانتی ہو نا میری بے چارگی کو؟ آنسو نہیں دیکھے جاتے مجھ سے تمہارے' اب بولو۔" وہ ہارے ہوئے انداز میں بولے تو ثانیہ مسکرا دی۔

"تھینکس وقار!"

"مگر وہ بات؟" ان کی سوئی وہیں اٹکی تھی۔

"آپ شادی کرلیں وقار! ہم بچہ ایڈاپٹ نہیں کریں گے مجھے آپ کا بچہ چاہیے۔ مجھ سے نہ سہی' دوسری عورت سے سہی مگر۔"

وہ جانے کیا کچھ کہہ رہی تھی۔ وقار حسن بھونچکے سے رہ گئے تھے۔

☼ ☼ ☼

"آخر کیوں خفا ہیں مجھ سے؟" ثانیہ ان کے پیچھے پھر رہی تھی۔

"یہ مجھ سے نہیں' خود سے پوچھو۔" انہوں نے بھرپور برہمی سے کہا۔

"اس میں خفگی کی کیا بات ہے؟ ایک جائز قدم اٹھا رہی ہوں۔"

"پتا نہیں کس دل سے ثانی! کیا میں تمہیں جانتا نہیں؟ آئی نو ویٹ ثانی! کہ یہ تمہاری برداشت کا امتحان ہوگا اور میں یہ امتحان نہیں لوں گا۔" وہ بولتے چلے گئے۔

"وہ کب تک؟ میں بھی جانتی ہوں کہ اماں جان زیادہ انتظار نہیں کریں گی' جو کام کل کسی اور کے ذریعے ہونا ہے' وہ میں کیوں نہ کرلوں۔ ذرا سا دل ہی تو بڑا کرنا ہے وکی! پھر صلہ بھی تو کتنا اچھا ملے گا۔ میں بتا رہی ہوں' وہ بچہ صرف میرا ہوگا۔ اسے کوئی ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔" پھر ان کی خاموش نگاہوں کو محسوس کرکے یکایک سنبھلی۔

"میرا مطلب ہے وکی! وہ پہلا بچہ صرف میرا ہوگا' باقی کے جتنے بھی ہوئے' ان کی ذمہ داری آپ دونوں کی۔"

"یہ سب تو تب ہوگا ثانی! جب میں ایسا چاہوں گا۔ تمہیں اماں جان کی طرف سے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں انہیں سمجھالوں گا۔" انہوں نے ہاتھ اٹھا کر ٹوکنے کے انداز میں کہا تھا' مگر ثانیہ پھٹ پڑی۔

"اماں جان کو روک لیں گے۔ سمجھالیں گے' مگر کچھ وقت گزرے گا جب آپ خود کو نہیں روک پائیں گے' پھر میرا کیا ہوگا وقار؟ میرا کیا مقام ہوگا آپ کے اور اس کے بیچ وقار؟ یہ ایک بالکل جائز خواہش ہے۔ بچے آپ کا حق ہیں۔ میں آپ کو اس حق سے محروم نہیں کرنا چاہتی' پھر جب ایک کام کرنا ہی ہے تو پھر وہ ابھی کیوں نہیں' پلیز! مان جائیں۔" وہ تیز تیز بولتے ہوئے آخر میں ملتجی ہو گئی۔ وقار حسن نے اس کے چہرے کو دیکھا اور بغیر کچھ کہے اٹھ کر باہر چلے گئے۔

☼ ☼ ☼

"میں معذرت خواہ ہوں! میں یہ شادی نہیں کروں گی۔" وہ صالحہ کے سامنے کھڑی کہہ رہی تھی۔

کل ثانیہ اور صالحہ اس کے گھر جاکے اس کی ماں سے بات کر آئی تھیں۔

صالحہ نے چونک کر غیر یقینی سے اسے دیکھا۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کی یہ پیش کش ٹھکرائی بھی جا سکتی تھی۔

"تم ہوش میں ہو لڑکی؟ وقار بھائی کا اتنا بڑا بزنس ہے' اس کے علاوہ خاندانی جاگیریں الگ۔"

"مجھے ان سے کیا لینا دینا۔ آئی ایم سوری! آپ مائنڈ مت کریں۔ میں اس لیے انکار نہیں کر رہی کہ وہ کل ریڈی میڈ ہیں اور ان کی بیوی بھی موجود ہیں۔ میم! دراصل میرے گھر کے حالات مجھے شادی کی اجازت نہیں دیتے' میں اپنے گھر کی واحد کمانے والی ہوں' اگر میں اپنی خوشیوں میں مگن ہو جاؤں تو میری ماں اور بھائی بہنوں کا کیا بنے گا۔" وہ یہ سب کہنا نہیں چاہتی تھی' یہ ایسا موضوع تھا کہ جس پر بات کرتے ہوئے اس کے اندر دکھ اترنے لگتا تھا۔

"تمہاری ماں کیا تمہارے اس فیصلے سے متفق ہے؟ کیا وہ تمہیں یوں عمر بھر بٹھانے کو تیار ہے؟" صالحہ نے پوچھا۔ ردا سر جھکا کر لب کچلنے لگی۔ اب وہ کیا بتاتی کہ ماں نے اس کے انکار پر کس درجہ احتجاج کیا تھا۔

"تمہاری خاطر خود کو داؤ پہ مت لگا ردا! اتنا اچھا رشتہ نصیب سے ملتا ہے۔ تو تو بخاور ہے میری بچی! ہمارا اللہ مالک ہے۔"

"میرا دل نہیں مانتا اماں! کہ اس طرح سے خود کو تیرے دکھوں سے علیحدہ کرلوں۔" وہ بے حد ملول تھی۔

"اری پگلی! شکر ادا کر۔ میری تو سانسیں آسان ہوں گی۔ ہمہ وقت ایک دھڑکا لگا رہتا ہے تیرے باپ سے۔ شرابی جواری سب سے پہلے اپنی غیرت اور عزت کا سودا کرتا ہے۔ پھر بھی اس برائی کی دلدل میں قدم دھرتا ہے۔ کیا خبر کب وہ کچھ غلط کر دے۔ وہ جوئے میں گھر کی ساری قیمتی اشیا ہار چکا ہے' سو اب تیری میری باری دور نہیں۔ اس کے اوباش ساتھیوں کی نظریں تو ویسے بھی تجھ پہ لگی ہوئی ہیں۔ تو سمجھ لے' یہ رب سے کی گئی میری التجاؤں کا ثمر ہے۔ ہاں کر دے میری بچی۔" اماں اس کے سامنے روتے ہوئے ضبط کھو گئیں اور وہ اتنی ساکت تھی کہ ماں سے یہ تک نہ کہہ پائی کہ یہ تو آسمان سے گر کر کھجور میں اٹکنے والی بات ہو جاتی' کیا بھروسا تھا

نصیب کا بھلا؟ جو عورت بچے کی خاطر اپنے شوہر کی شادی کرا رہی تھی' اسے اچھے رشتوں کی کیا کمی؟ اس کے پاس کیا تھا مفلسی اور کمزوری کے سوا؟ ایک اعلا تعلیم یافتہ' ہائی اسٹیٹس رکھنے والی ماڈرن عورت سے اس کا کیا مقابلہ' وہ اس تکون میں اپنی حیثیت' اپنا وقار کھودیتی اور یہی وہ نہیں چاہتی تھی۔

"کس سوچ میں پڑ گئیں؟ دیکھو! اگر تم محض اس وجہ سے انکار کر رہی ہو تو میں ثانیہ سے بات کروں گی۔ آئی ایم شیور کہ وہ تمہاری فیملی کو سپورٹ کرے گی۔" صالحہ کی آواز نے اسے چونکایا۔

اس نے سر اٹھا کر خالی نظروں سے انہیں دیکھا اور ٹھنڈا سانس بھرا۔

"ٹھیک ہے! میں سوچ کر بتاؤں گی۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں بولی۔ ارادہ استخارہ کے بعد فیصلہ کرنے کا تھا۔

☼ ☼ ☼

"وقار! آپ نے جواب نہیں دیا مجھے؟" وقار حسن ابھی کھانے کی ٹیبل پہ آ کے بیٹھے ہی تھے جب ثانیہ نے وہی موضوع چھیڑا جس سے وہ کترا رہے تھے۔ ان کا اچھا بھلا موڈ ایک دم غارت ہو گیا۔

"کیا چاہتی ہو تم؟" وہ زچ ہوئے۔

"آپ کی ہاں۔" وہ بے نیازی سے بولی۔ وقار حسن بغور انہیں تکنے لگے۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں ثانیہ؟ کیا میں تمہیں جانتا نہیں؟ بندہ جو کام کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو اس کا بیڑا اٹھانے کا مطلب؟"

"اسٹاپ اٹ وقار! طنز مت کریں مجھ پہ۔" وہ ایک دم سے پھنکاری۔ "آپ کا مطلب ہے میں بہت تنگ دل ہوں؟ سوکن برداشت نہیں کرپاؤں گی؟ وقار! یہ مشکل ضرور ہے مگر بچے کی خاطر مجھے یہ جبر کرنا ہے خود پہ۔ مجھے آپ کی خوشی عزیز ہے وقار! میری ذرا سی ذہنی کشادگی انہیں بہت بڑی خوشیاں دے سکتی ہے تو کیا مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے؟" وہ انہیں سوالیہ

نظروں سے تکنے لگی۔

"پتا نہیں! جو بھی کر رہی ہو تم خود کر رہی ہو' کل کو مجھے الزام مت دینا۔" وہ لاتعلقی سے کہہ کر کھانے کی سمت متوجہ ہو گئے اور ثانیہ کے اندر زہر بھرنے لگا۔

"ابھی سے یہ حال ہے تو بعد میں کیا ہوگا؟ کہیں میں غلطی تو نہیں کر رہی؟" وہ اندر سے خائف ہوئی۔ مگر اگلے ہی لمحے اس نے سر جھٹک دیا۔ "اتنی کمزور نہیں ہوں میں۔" اس نے ہر خدشے سے دامن چھڑا لیا۔

"میں نے لڑکی دیکھ لی ہے۔ میرا خیال ہے اگلے جمعے نکاح کی سنت ادا کر دی جائے۔" ثانیہ نے گویا دھماکا کیا تھا۔ وہ ٹھٹک کر انہیں دیکھنے لگے۔

"ثانیہ! تم ہتھیلی پہ سرسوں جما رہی ہو۔ پھر اماں جان۔ ان کا سوچا ہے؟ سرے سے ابھی خبر ہی نہیں ہے انہیں۔" ان کا لہجہ نہ چاہتے ہوئے بھی درشتگی سمیٹ لایا۔ ثانیہ نے یوں سر جھٹکا جیسے ناک سے مکھی اڑائی ہو۔

"اگر میں اماں جان کو انوالو کرتی تو یہ کام سالوں پہ اٹک سکتا تھا۔ ہر قسم کی گارنٹی چاہیے تھی انہیں۔ خاندان کی' ذات پات کی۔" وہ تیز لہجے میں بولی۔ دراصل وہ اماں جان سے ہی تو خائف تھی۔ وہ وقار کے لیے اپنے خاندان کی لڑکی منتخب کرتیں جو حیثیت میں اس کے مقابلے پہ ہوتی' سو اسی لحاظ سے اس کا مقام متعین ہوتا۔

"تو آپ کا کیا مطلب ہے' آپ کسی بھی راہ چلتی کو پکڑ کر اس گھر میں لے آئیں گی؟" وقار حسین کو شدید غصہ آیا۔ ثانیہ گڑبڑا سی گئی۔

"بھئی! میں نے یہ کب کہا کہ وہ راہ چلتی ہے؟ خاندانی بھی ہے اور شریف بھی' بس! ذرا گھریلو حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ میں نے سوچا کیوں نہ اس طرح کسی غریب کے سر پہ ہاتھ رکھا جائے' ثواب بھی ملتا ہے۔" وہ بڑے محتاط سے انداز میں انہیں مطمئن کر رہی تھی۔

"او کے! تم کو چاہیے تھا کہ بات طے کرنے سے قبل مجھے آگاہ کرتیں۔ بہرحال! ابھی بھی یہ خیال رکھیے گا کہ وہ جو کوئی بھی ہو میچور اور صورت حال سے پوری طرح آگاہ ہو۔ میں کسی کو اندھیرے میں رکھنا نہیں چاہتا۔" ٹھوس انداز میں کہتے ہوئے وہ اٹھ گئے۔

☼ ☼ ☼

نکاح سادگی سے کیا گیا۔ نکاح کے فوراً بعد رخصتی عمل میں لائی گئی۔ ردا کے رشتے دار وقار حسن کی شاندار شخصیت سے از حد متاثر نظر آ رہے تھے اور ردا کو انہوں نے بہت خوش نصیب قرار دیا تھا' جبکہ ردا خود اندر سے بے حد یاسیت کا شکار تھی۔ زندگی نے اچانک جو موڑ لیا تھا اس کے لیے ابھی وہ کسی طور آمادہ نہیں تھی۔

نکاح کے بعد ثانیہ نے ردا کو دیکھا تو چونک گئی۔ ردا گلابی اور سبز رنگ کے امتزاج اور نفیس کام سے مزین جدید انداز کے لہنگے میں ملبوس تھی۔ زیورات اور میک اپ نے اس کے حسن کو دو آتشہ کر دیا تھا۔

ثانیہ دنگ رہ گئی۔ اس نے جب ردا کو دیکھا تو اس وقت وہ اسے اتنی حسین نہیں لگی تھی۔ شاید اپنے معمولی لباس اور پژمردہ چہرے کی وجہ سے۔ اگر اسے پتا ہوتا کہ ردا پہن اوڑھ کر اتنی حسین لگے گی تو وہ کبھی اس کا انتخاب نہ کرتی۔

اس کا شعاعیں بکھیرتا دلکش روپ اسے رقابت کی آگ میں جلا کر خاکستر کر رہا تھا۔

"حوصلہ کرو ثانیہ!" اسے ہاتھ مسلتے' لب کچلتے ہوئے دیکھ کر صالحہ نے اس کے اضطراب کا اندازہ لگایا تھا۔

"پتا نہیں کیوں صالحہ! مجھے لگ رہا ہے' کچھ غلط کر ڈالا میں نے۔ وقار کو دیکھا؟ ابھی سے اماں جان والی بات کو لے کر منہ پھلایا ہوا ہے مجھ سے۔ اگر کچھ گڑبڑ ہو گئی نا صالحہ! تو۔ تو۔"

"کچھ نہیں ہوگا' تم اتنی کمزور تو نہیں ہو ڈیر۔" صالحہ نے نرمی سے حوصلہ بڑھایا۔ ردا کو رخصت کرا کے لاتے ہوئے ثانیہ اندر سے بالکل ڈھے گئی۔

☼ ☼ ☼

روا پتھر کے مجسمے کی طرح بالکل ساکت بیٹھی تھی۔ کوئی احساس، کوئی جذبہ بھی دل کی سرزمین پہ نہیں پھوٹا تھا۔ وقار حسن اندر آئے اور دلکش گمبھیر آواز میں سلام کرکے اس کے پاس بیڈ پہ آکر ٹک گئے۔ سیاہ ڈنر سوٹ میں ملبوس ان کا اونچا پورا شاندار سراپا اپنی مسحور کن خوشبوؤں کے ساتھ اس کے حواسوں پہ چھانے لگا۔ انہوں نے کھنکھار کر گلا صاف کرتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"آپ جانتی ہیں روا کہ یہ دوسری شادی کس وجہ سے کی گئی؟ آپ کو ثانیہ نے سب کچھ بتایا تو ہوگا۔"

"جی!" وہ چونکہ اس کے جواب کے منتظر تھے، سو اسے بولنا پڑا تھا۔

"عموماً" دو بیویاں رکھنے والا مرد گویا دو کشتیوں پہ پیر ٹکاتا ہے اور ناکامی اس کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ میں دوسری شادی نہیں کرنا چاہتا تھا، مگر ثانیہ کو اولاد کی بہت خواہش ہے، پھر میری اماں بھی یہی چاہتی تھیں۔ خدا کو بھی یہی منظور تھا کہ آج آپ یہاں موجود ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ ثانیہ کی طرح آپ کے حقوق بھی اسی ایمانداری سے ادا کروں، لیکن اگر کہیں مجھ سے کوتاہی ہو تو پلیز! مجھے آگاہ ضرور کیجیے گا۔" اس طویل گفتگو کے بعد انہوں نے اس کا گھونگھٹ اٹھایا۔ اور جیسے ششدر رہ گئے تھے۔ وہ ان سے کم از کم بھی تو سترہ عمر تو ضرور چھوٹی تھی۔ انہیں زبردست دھچکا لگا تھا۔ وہ ایک دم جھٹکے سے اٹھ گئے اور تب سے وہ نہایت ہی بے چینی سے کمرے میں ٹہلتے ہوئے سگریٹ پھونک رہے تھے۔

روا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوئے اندر سے کچھ اور بھی سہم گئی۔ اتنا حوصلہ کہاں تھا کہ مخاطب کرکے کچھ استفسار کرتی۔ اس نے اضطرابی کیفیت میں ہاتھ مسلے تو چونک اٹھے۔ سرخ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا اور لب بھینچتے ہوئے ایک جھٹکے سے مڑ کر باہر نکل گئے۔ روا دم سادھے بیٹھی رہ گئی۔

"تو اس میں اتنا خفا ہونے والی کون سی بات ہے وقار؟ ہر بات کو ایشو نہ بنالیا کریں۔" ثانیہ بظاہر اطمینان سے بولی، حالانکہ اندر سے وہ خود بھی روا جیسی حسین، کم عمر اور دلکش لڑکی سے ان کا سنجوگ کرنے کے بعد پچھتا رہی تھی، لیکن اسے وقار حسن کے سامنے اپنا بھرم تو قائم رکھنا ہی تھا۔

"نہیں! یہ سراسر زیادتی کی ہے تم نے ثانیہ! اچھا خاصا مذاق بنوا کے رکھ دیا ہے تم نے مجھے۔ کیا سوچیں گے لوگ، ایک تو ڈھلتی جوانی کی عمر میں شادی کررہا ہوں، اوپر سے اتنی کم عمر لڑکی۔ ثانیہ! ہمیں تو اولاد چاہیے تھی، کسی بھی عورت سے ہوجاتی، یہ لڑکی سالی گڈنیس! اس کے کچھ خواب ہوں گے آخر۔" وہ بے بس سے ہوکر کہہ رہے تھے اور ثانیہ کو ان کی یہی ہمدردی مزید پریشان کررہی تھی۔

"تو میں آپ کے لیے کوئی بیوہ یا پھر طلاق یافتہ پختہ عمر کی کوئی خاتون دیکھتی، مگر اس سے اولاد نہ ہوتی تو پھر؟ اونہہ! ایک تو احسان کیا اس پہ نخرے۔" وہ کلس کر کہتے ہوئے اندر چلی گئی۔ وقار حسن لب بھینچے وہیں کھڑے رہے تھے۔

☼ ☼ ☼

"میں بالکل خفا نہیں ہوں میری جان! بلکہ میں تو یہ کہوں گی کہ پہلی مرتبہ تو تمہاری بیوی نے کوئی ڈھنگ کا کام کیا ہے۔ سچ پوچھو تو مجھے تو دھڑکا ہی لگا ہوا تھا کہ اگر یہ تمہاری شادی کی راہ میں آئی تو میرا بیٹا تو دنیا میں بے نام و نشان ہی رہ جائے گا۔" وقار حسن کے تمام خدشوں کو اماں جان کی باتوں نے لمحوں میں دور کردیا۔

"مگر اماں! ایک الجھن ابھی بھی ہے۔" وہ متذبذب تھے۔

"ہاں بولو پتر!" اماں جان سوالیہ نظروں سے انہیں تکنے لگیں۔

"ثانیہ نے لڑکی بہت تو عمر ڈھونڈی ہے، زیادہ سے زیادہ بیس کی ہوگی۔ یہ زیادتی نہیں ہے جبکہ آپ کا بیٹا تو بڈھا ہو رہا ہے؟" ان کی بات پہ اماں جان نے مسکرا کر انہیں دھپ لگائی۔

"چل ہٹ! اب ایسی بھی بات نہیں۔ کہاں سے بڈھا ہوگیا تو؟ ابھی چالیس کا بھی نہیں ہوا اور بڑھاپا نظر آنے لگا تجھے۔" انہوں نے خوشدلی سے کہا۔ "اب وہ بیوی ہے تمہاری، پوری دلی آمادگی کے ساتھ اسے اپنا لو بیٹا!"

وہ گویا بات سمیٹ چکی تھیں، وقار بھی خاموش ہوگئے۔

☼ ☼ ☼

"کھانا لاؤں آپ کے لیے؟" وہ ان کے آنے سے قبل یوں ہی وقت گزاری کے لیے ٹی وی کے آگے بیٹھی تھی۔ انہیں دیکھا تو بہت محتاط لہجے میں پوچھا۔ ثانیہ تو سرشام ہی تیار ہوکر کہیں نکل گئی تھی۔ اس کے ساتھ ان کا رویہ بہت ترش تھا۔ ایک دوبار روا نے خود بڑھ کر اسے مخاطب کیا تو اس کی تیکھی نظروں اور لہجے کی کاٹ نے اسے گویا چیر کے رکھ دیا۔ تب ہی وہ ان سے اچھی خاصی خائف ہوگئی تھی۔ دوسری سمت وقار حسن تھے اپنے رویے سے اسے الجھاتے ہوئے، مگر ان کا رویہ بہرحال ثانیہ کی طرح زخمی کردینے والا بھی نہیں تھا۔

وہ یوں چونکے جیسے ابھی ابھی اس کی موجودگی سے آگاہ ہوئے ہوں۔ ان کے کوٹ اتارتے ہاتھ اسی زاویے پہ ساکن ہوگئے۔ یہ ان کی نظروں کی گہرائی تھی جو اسے کنفیوژ کرگئی تھی۔ وہ گڑبڑا کر پلکوں کی چلمن عارضوں پہ گرا بیٹھی۔ چہرے پہ شفق پھوٹ پڑی تھی۔ معاً وہ سنبھل کر مسکرائے۔

"تو تھینکس! کھاکر آیا ہوں، ہاں! البتہ اگر ایک کپ گرما گرم چائے مل جائے تو۔"

"جی! میں لاتی ہوں۔" اس نے پلکیں اٹھائیں۔ وہ ابھی تک اس کا جائزہ لے رہے تھے۔ اس کا دل بہت بے ہنگم سے انداز میں دھڑکا۔ وہ سرعت سے پلٹ کر باہر چلی گئی۔

کچن میں ملازمہ موجود تھی، مگر اس نے خود چائے بنائی۔ واپس آئی تو وقار حسن صوفے پہ نیم دراز تھے۔ اسے دیکھ کر سیدھے ہو بیٹھے۔

"کہاں جارہی ہیں؟ یہاں بیٹھیں۔" انہوں نے چائے کے ساتھ اس کا ہاتھ تھاما۔ وہ بے طرح گھبرائی۔

"وہ میں۔ میں آپ کے کپڑے نکال دوں، فریش ہولیں۔" فیروزی سوٹ میں دوپٹا سلیقے سے شانوں پہ پھیلائے لانبے سلکی بالوں کو چوٹی میں گوندھے، وہ گلاب کی بند کلی کی طرح شگفتہ اور تروتازہ دکھائی دے رہی تھی۔

"مجھے بہت ضروری بات کرنا ہے آپ سے۔ پلیز! سٹ ڈاؤن۔" انہوں نے اس کا ہاتھ چھوڑ کر اپنے پہلو میں موجود خالی جگہ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ جھجکتے ہوئے سمٹ کر ٹک گئی۔ وقار حسن نے بغور اس کے دھیرے دھیرے کانپتے لبوں اور ہاتھوں کی لرزش کو دیکھا اور پھر بھاری آواز میں پوچھا۔

"آپ خوش ہیں اس شادی سے؟" روا کے چہرے پہ سرخی چھاگئی۔

"جج۔ جی! کیا مطلب؟" وہ واقعی اس سوال کی توقع نہیں کررہی تھی، بوکھلا کر بولی۔

"مطلب۔ میری اور آپ کی عمروں میں بہت فرق ہے۔ ہوسکتا ہے، آپ کے گھر والوں نے کسی مجبوری کی بنا پہ۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ مجھے شادی سے پہلے سب کچھ صاف لفظوں میں بتادیا تھا۔" اس نے صاف اور دوٹوک بات کی۔ اس کی سمجھ میں اب آیا تھا کہ اس رات وقار حسن اسے دیکھنے کے بعد ڈسٹرب کیوں ہوئے تھے۔

"اس کا مطلب آپ کو کوئی اعتراض نہیں؟" وہ اسے کھوج رہے تھے۔

"اگر اعتراض ہوتا تو میں یہاں نہ ہوتی۔" روا نے بہت نرمی سے مسکرا کر کہا۔ وقار حسن کے لبوں پہ بہت بے ساختہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

☼ ☼ ☼

"شروع کریں نا وقار! آپ کو آفس سے دیر ہورہی

ہے۔" وہ ناشتے کی ٹیبل پہ ثانیہ کے ساتھ تھے اور ردا کے منتظر جب ثانیہ نے ٹوکا تھا۔

"ہاں! وہ میں۔۔۔ اکرم! تم جاؤ' ردا بی بی! سے کہو ناشتا کرلیں۔" ثانیہ سے کچھ کہتے کہتے انہوں نے اچانک ملازم کو مخاطب کیا۔

ثانیہ کے جبڑے بھینچ گئے۔ اکرم کے جانے کے بعد وہ بہت ضبط کرتے ہوئے بھی پھٹ پڑی۔

"کیوں؟ اس کے بغیر نوالہ حلق سے نہیں اتر رہا آپ کے؟"

وقار حسن نے جواب میں خشمگیں نظروں سے انہیں دیکھا۔ البتہ کچھ کہنے سے گریز کیا اور یہی چپ ثانیہ کو آگ لگا رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ جواب میں اپنے اندر کی تپش باہر نکالتی' ردا عنابی رنگ کے انتہائی اسٹائلش لباس میں اندر داخل ہوئی۔ ثانیہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا اور سخت طیش کے عالم میں ہاتھ مار کر اپنے سامنے دھرے ناشتے کے برتن گرا دیے۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور تن فن کرتے ہوئے ردا کو دھکیلا اور کمرے سے نکل گئی۔ ردا کا رنگ فق ہو گیا۔ اس نے خوف زدہ نظروں سے وقار حسن کو دیکھا۔ وہ سختی سے لب بھینچے بالکل خاموش بیٹھے تھے۔ ان کے چہرے پہ برہمی کا تاثر تھا۔ ردا کا حلق خشک ہونے لگا۔ وہ بے ساختہ ایک قدم پیچھے ہوئی اور پتے کی طرح لرزتے دل سمیت دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔

وقار حسن اٹھے کرسی کی پشت پہ لٹکا ہوا کوٹ اٹھاتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھا۔

"ٹیک اٹ ایزی! اب آپ کو اس قسم کی صورت حال کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا پڑے گا۔"

"مم۔۔۔ مگر۔۔۔"

"ردا! اس وقت میں جلدی میں ہوں۔ بعد میں بات کریں گے۔ اگر ثانیہ کسی بات پہ خفا ہو تو برداشت کر لیجیے گا' وہ کچھ ڈسٹرب ہیں۔" انہوں نے ملائمت سے کہتے ہوئے اس کا رخسار تھپتھپایا' وہ گہرا سانس کھینچ کر رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

وقار حسن کا تعلق جاگیردار گھرانے سے تھا۔ وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے' جب ہی تمام امیدوں کے مرکز بھی وہی تھے۔ وہ تعلیم کی غرض سے تقریباً" شہر ہی میں رہے تھے' یہی وجہ تھی کہ انہیں گاؤں حویلی اور سرداری و جاگیروں سے زیادہ شہر کی زندگی بھائی تھی۔ کالج میں ثانیہ ان کی کلاس فیلو تھی۔ دونوں میں بہت دوستی بھی تھی۔ دوستی محبت میں کب ڈھلی' انہیں تو پتا ہی نہ چل سکا۔ قاتل اداؤں اور خوب صورت چہرے والی ثانیہ کے بغیر انہیں زندگی ادھوری محسوس ہونے لگی' جب ہی تو تعلیم مکمل کرتے ہی انہوں نے اماں جان سے ثانیہ کے لیے بات کی تھی۔

"مگر بیٹا تمہاری بات تو بچپن سے ہی تمہارے ماموں کے گھر طے ہو چکی ہے۔"

"کیا؟" وہ بھنا گئے۔ "مجھے سلمٰی اس حوالے سے بالکل پسند نہیں۔" انہوں نے ایک تیر اٹھا دیا۔

"تمہارے بابا کو پتا چلے گا تو بہت خفا ہوں گے۔ اور تمہارے ماموں' وہ تو ہمیشہ کے لیے مجھے چھوڑ دیں گے۔ اپنے دل کو کچھ سمجھا پتر!" وہ لجاجت سے بولیں۔

"اماں جان! ثانیہ کے معاملے میں کوئی کمپرومائز نہیں ہو گا۔ یوں سمجھ لیں' اسے کھونے کا حوصلہ ہی مجھ میں نہیں ہے۔"

اور اماں جان خاموش ہو گئیں' مگر اگلی بار جب وقار حسن نے شہر سے آکر پھر وہی بات کی تب انہوں نے بے چارگی سے کہا۔

"مجھے آزمائش میں مبتلا مت کرو وقار پتر! میں نے بات کی تھی' تیرے ابا سے۔ وہ تو سنتے ہی بھتے سے اکھڑ گیا۔ کہہ رہا تھا اگر آپ نے ایسا سوچا بھی' میری دھی پہ کسی غیر کو ترجیح دی تو میں ہمیشہ کے لیے تعلق توڑ لوں گا۔ اب بتا کیا اسے چھوڑ کر رہ لوں گی میں؟" وہ بے بسی کی انتہاؤں پہ تھیں۔

"اور مجھے؟ مجھے چھوڑ کر رہ پائیں گی اماں جان؟" وقار نے بہت بے حسی کا مظاہرہ کیا تھا۔ ان کی زبان پہ

ثانیہ کے الفاظ تھے۔ جب انہوں نے اپنی الجھن ثانیہ کے سامنے رکھی تو اس نے یہی بات کہی تھی۔

"بس تم ایسے کہہ دینا۔ دیکھنا! یوں مانیں گی۔" ثانیہ نے چٹکی بجائی تھی۔

اور اب واقعی اماں نے ہتھیار ڈال دیے تھے' انہوں نے ثانیہ کو حاصل کر لیا تھا۔

ان کی شادی کو تین مہینے ہوئے تھے' جب بابا جان اچانک اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اماں گاؤں میں اکیلی رہ گئیں۔ وقار حسن نے تو شہر میں خوب صورت بنگلہ خرید کر وہیں مستقل رہائش اختیار کر لی تھی۔ وہ گاؤں میں رہنے کے عادی ہی نہ تھے' پھر ثانیہ بھی تو ایسا نہیں چاہتی تھی۔

وقار سوئم تک اماں کے ساتھ رہے' پھر انہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہا' مگر اماں جان نہیں مانیں۔

"نہ بیٹا! یہاں تمہارے بابا کی یادیں ہیں' پھر ہمارے تو سارے رشتے دار بھی یہیں ہیں۔"

"مگر حویلی میں تو آپ تنہا ہیں اماں جان!" وقار پریشان تھے۔

"ابھی تو پرسہ دینے والے آ رہے ہیں۔ کیسے جا سکتی ہوں میں؟ ہاں! تو دلہن کو میرے پاس چھوڑ دے' تیری نوکری کا مسئلہ ہے' تو چلا جا۔" تب تک انہوں نے اپنا بزنس نہیں شروع کیا تھا۔ وقار' ثانیہ کے چہرے کے بگڑتے زاویوں کو دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ مگر ثانیہ خاموش نہیں رہی تھی۔

"ہرگز نہیں! اتنا گھٹا ہوا ماحول ہے یہاں کا' پھر فوتگی والا گھر۔ میرا تو دل گھبرا رہا ہے وقار! میں ہرگز یہاں نہیں رک سکتی۔"

"مگر ثانی! اماں جان کیا کہیں گی کہ انہوں نے خود روکا ہے تمہیں۔"

"وہ جو بھی مرضی سوچیں۔ میں کہاں عادی ہوں ایسے ماحول کی۔ انہیں بھی تو سوچنا چاہیے کہ ہماری نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ انجوائے کرنے کے دن ہیں۔ ناکہ یہاں تعزیت کے لیے آنے والوں سے گلے مل کر روتی رہوں۔" وہ تلخی سے بولی۔

اور پہلی بار وقار حسن کی اس سے جھڑپ اسی بات پہ ہوئی تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ ثانیہ کے دل میں اماں جان کی طرف سے گرہ پڑ گئی تھی۔ وہ حویلی میں رکی تو تب بھی نہیں تھی' مگر جب وقار حسن اماں جان کی منت سماجت کر کے اپنے ساتھ شہر لائے تو تب بھی ثانیہ کی ہی بدکلامی اور ہمہ وقت رہنے والی ماتھے کی شکنوں کو دیکھ کر ہی انہوں نے واپس حویلی جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ وقار یہ سب دیکھتے تو تھے' مگر کچھ کہنے کا فائدہ نہیں تھا' جب ہی ایک چپ سادھ لی تھی۔

پھر بہت سارا وقت بیت گیا۔ اماں جان ان کی اولاد کے لیے جتنی بے چین تھیں' اتنی ہی دیر ہو رہی تھی۔ وہ جب بھی گاؤں آتے' اماں جان چپکے چپکے انہیں دوسری شادی کا مشورہ دیتیں۔

"سلمٰی ابھی تک تمہارے نام سے بیٹھی ہے۔" وہ آہ بھرتیں۔ یوں ثانیہ درحقیقت اماں جان سے نہیں' سلمٰی سے خائف تھی۔ جب ہی باقاعدہ منصوبے سے ردا کو بیاہ لائی۔

☼ ☼ ☼

"مبارک ہو' آپ کو مسٹر وقار! آپ کی مسز پریگننٹ ہیں۔" ڈاکٹر روبینہ کے الفاظ پر وہ اس قدر حیران ہوئے تھے کہ کئی ثانیوں کو کچھ بولنے کے تو کیا' حرکت کرنے کے بھی قابل نہیں رہے۔

آج صبح ہی اچانک اس کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ وقار حسن تو اسی وقت لے ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہ رہے تھے' مگر ردا نے منع کر دیا تھا۔

"آپ آفس جائیے! شام کو ڈاکٹر کے پاس چلیں گے۔"

"مگر آپ کی طبیعت۔۔۔"

"اتنی بھی خراب نہیں ہے۔" وہ مسکرائی۔ "آپ کی میٹنگ نہ ہوتی تو اور بات تھی' چلیں! میٹنگ ہی اٹینڈ کر کے آجائیے گا۔" اس کی یہی عادت انہیں سب سے اچھی لگتی تھی کہ وہ ان کا بہت خیال رکھتی تھی' خود سے بھی زیادہ۔ آفس میں بھی ان کا دھیان ردا

میں انکار رہا۔
پھر واپسی پہ وہ اسے ساتھ لے کر کلینک آئے تھے' جہاں ضروری ٹیسٹ کے بعد ڈاکٹر روبینہ نے یہ خبر سنا کر انہیں حیران کر ڈالا تھا۔

"کیا بات ہے وقار صاحب! آپ کو خوشی نہیں ہوئی' جبکہ میرے خیال میں تو اس وقت آپ کے لیے سب سے اہم اور خاص خبر یہی ہونی چاہیے تھی؟" ڈاکٹر روبینہ نے مسکرا کر شگفتگی سے کہا' تب وہ سنبھل کر بے ساختہ مسکرائے۔

"یہ بات نہیں ہے ڈاکٹر! اصل میں اتنی جلدی اس خبر کی توقع نہیں کر رہا تھا۔" وہ متبسم نظروں سے روا کا شرمگیں مسکان سے سجا گلابی چہرہ تکنے لگے' جہاں ان گنت رنگ سجے تھے۔

"بہرحال! اب تو آپ کو خدا کا شکر گزار ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی مسز ثانیہ بیگم کا بھی مشکور ہونا چاہیے۔ آف کورس آپ کی خوشی پوری کرنے کا وسیلہ ہیں۔" ڈاکٹر روبینہ نے کہا' پھر رائٹنگ پیڈ پہ چند دواؤں کے نام لکھنے کے بعد پرچہ پھاڑ کر انہیں تھمایا۔

"یہ میڈیسن انہیں استعمال کرائیں اور چیک اپ بھی باقاعدگی سے کروائیں۔ ان کی ڈائیٹ کا چارٹ میں بنا کے دوں گی۔ انہیں بہت کیئر کی ضرورت ہے' بہت خیال رکھیے گا۔" ڈاکٹر نے انہیں ہدایت کی۔

"اماں جان تو بہت خوش ہوں گی' ابھی میں آپ کو ان سے ملانے لے جاتا' مگر اب ڈاکٹر نے سفر سے منع کر دیا ہے۔" راستے میں وقار حسن نے اس کے کترائے ہوئے سے انداز کو تکتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر کہا تھا۔

"تو آپ انہیں یہیں لے آئیے نا! میں خود بہت بے چین ہوں ان سے ملنے' انہیں دیکھنے کو۔ اسی بہانے ان کی خدمت کا بھی موقع مل جائے گا۔" وہ انہیں دیکھے بغیر آہستگی سے بولی۔

"ہوں ہوں! ابھی تو خدمت کیا کریں گی آپ۔ ابھی تو وہ آپ کو اپنی ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھیں گی۔ آخر کو ان کی سالوں پرانی خواہش پوری کرنے والی ہیں آپ۔" وقار حسن نے شرارتی انداز میں کہا۔ وہ سرخ ہو گئی۔ وقار حسن اس خوب صورت نازک سی لڑکی کو دیکھ کر بے ساختہ مسکرائے تھے۔

✿ ✿ ✿

"تمہیں بے حد محتاط رہنے کی ضرورت ہے ثانی! یہ وقت جتنا بھی کڑا سہی' آخر بیتنے والا ہے۔ اگر تم نے اپنی اسی رقابت میں کچھ غلط کر دیا تو سمجھو! عمر بھر کا روگ پال لو گی۔ تمہاری قسمت اچھی ہے کہ وہ اتنی جلدی پریگننٹ ہو گئی ہے' ورنہ خود سوچو! اگر ایک سال تک بھی ایسی امید نظر نہ آتی تو تمہارا کیا بنتا؟" صالحہ نے ثانیہ کو رسان سے سمجھایا۔ وہ صالحہ کے پاس آئی ہوئی تھی۔ غصے' طیش اور غم سے اس کی ذہنی حالت دگرگوں ہو رہی تھی۔

"پتا نہیں کیوں صالحہ! مجھے لگتا ہے میں نے خود اپنے لیے اچھا نہیں کیا۔ میں دن رات ان دیکھی آگ میں جل رہی ہوں۔" وہ سخت وحشت کا شکار تھی۔

"اوہو! کچھ غلط نہیں ہوا۔ اب تو دن انگلیوں پہ گنے جا سکتے ہیں۔ اس کی ڈیلیوری ہوئی نہیں اور اس سے تمہاری جان چھوٹی نہیں۔" صالحہ نے اس کی ڈھارس بندھائی۔

"یہ سب اتنا سہل نہیں ہو گا صالحہ! اماں جان بھی اتاولی ہو چکی ہیں۔ خاص طور پہ اس چھٹی کے لیے گاؤں سے تشریف لائی ہیں۔ وہ تو پھولے نہیں سما رہیں اس خبر کے بعد۔ کیا بتاؤں صالحہ! کیسے کیسے نہیں دل جل رہا میرا۔" وہ دانت پیس رہی تھی یوں کہ جیسے بس نہ چل رہا ہو روا اور اماں جان کو کچا چبا ڈالے۔

"جو کچھ بھی ہو رہا ہے اسے ہونے دو۔ جہاں تک روا سے جان چھڑانے کی بات ہے تو بے فکر ہو۔ ایک سے ایک آئیڈیاز ہیں میرے پاس اسے دفعان کرنے کے لیے۔ وقت تو آنے دو۔ آخر کو تم میری پیاری دوست ہو۔ تمہارا دکھ مجھ سے بھی برداشت نہیں ہو رہا ہے۔" صالحہ نے اس کا شانہ تھپکا۔

ثانیہ ضبط کی کوشش میں سرخ آنکھوں سے انہیں

تکتے ہوئے ہنوز بے یقین تھی' مگر جب صالحہ نے اس جھک کر سرگوشیوں میں اسے اپنے منصوبے سے آگاہ کیا' تب وہ مطمئن ہو گئی۔

✿ ✿ ✿

"خون سفید ہونے کی نشانی ہے' ورنہ بھلا ایسا بھی ہوا کرتا ہے۔ بڑے دعوے کیے جاتے تھے۔ مدر ٹریسا بننے کی بڑی شان دار کوشش کی تھی۔ سب کچھ خاک میں مل گیا۔ بھئی! کسی سے کیا کہیں' جب اپنا سکہ ہی کھوٹا نکلے تو۔"

اس نے وقار حسن سے اپنی ماں سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ٹالتے تو خیر وہ اس کی کوئی بھی بات نہیں تھے' مگر آج کل تو کچھ زیادہ ہی خیال رکھنے لگے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ آفس جاتے ہوئے اسے یہاں چھوڑ گئے تھے اور اس کے باپ کو اس کے لتے لینے یا دوسرے لفظوں میں دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع مل گیا تھا۔

وہ اتنی خفت زدہ ہوئی کہ منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکی۔ دیکھا جائے تو وہ کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہے تھے۔ وہ واقعی بھلا بیٹھی تھی انہیں' مگر یہ بات کہنے کا اس کی ماں کو تو حق تھا' انہیں بالکل نہیں۔ بہرحال وہ اس کی ذمہ داری تو نہیں تھے۔ اس کی ماں نے اس کا خجالت سے سرخ پڑتا چہرہ دیکھا تو آہستگی سے ہاتھ دبا کر اسے پرسکون رہنے کا کہا تھا۔ وہ تو اس کے امید سے ہونے کا سن کر جیسے نہال ہی ہو گئی تھیں۔ باقاعدہ شکرانہ ادا کیا تھا اور ساتھ لے ڈھیر ساری نصیحتیں بھی' جن میں سرفہرست اپنی سوکن کا خیال رکھنے کی تاکید تھی کہ بلاشبہ بڑی عظیم عورت تھی جس نے دل پہ پتھر رکھ کے یہ قدم اٹھایا تھا۔

شام کو وقار حسن نے آنے کی بجائے ڈرائیور بھیجا تو اس کا دل بجھ کر رہ گیا۔ ماں کے سامنے الگ نظریں چرانے پہ مجبور ہو گئی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ ان کا امیر کبیر لین لارڈ داماد ان کے اس تنگ و تاریک ٹوٹے پھوٹے گھر میں آنا اپنی توہین سمجھتا تھا۔

"یہ رکھ لیں ابا!" بیرونی دروازہ پار کرنے سے قبل اس نے اپنے بیگ سے ہزار ہزار کے کچھ نوٹ نکال کر چرس بھری سگریٹ کے کش لگاتے باپ کی مٹھی میں دبائے تھے۔ اس کی ماں چیخ رہ گئی' مگر وہ پلٹ کر دیکھے بنا دہلیز پار کر گئی تھی۔

✿ ✿ ✿

"کیا بات ہے' تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟" ثانیہ رات کھانے کی ٹیبل پہ نہیں تھی۔ جب صبح ناشتے پر بھی انہیں غیر حاضر پایا تو وقار حسن اس کی طبیعت پوچھنے چلے آئے۔

"آپ آفس جائیں! آپ کو دیر ہو رہی ہو گی۔" ثانیہ نے ان کی بات کے جواب میں گویا پتھر پھوڑے۔

وقار حسن نے چونک کر ان کے چہرے کو دیکھا' جہاں وحشت' اضطراب' بے کلی' سب ہی کچھ مترشح تھا گو کہ وہ بہت محتاط زندگی گزار رہے تھے۔ روا سے نکاح کے بعد انہوں نے بہت کوشش کی تھی کہ ثانیہ کی کسی بھی لحاظ سے حق تلفی نہ ہو' اس کے باوجود انہیں لگ رہا تھا ثانیہ ڈسٹرب رہنے لگی ہے تو اس کی وجہ شاید اماں جان کی اس گھر میں موجودگی اور روا کو حد سے زیادہ اہمیت دینا تھا۔

"مجھے دیر نہیں ہو رہی۔ تم بتاؤ کیا پرابلم ہے؟ کیوں پریشان ہو؟" وقار حسن نے اپنے ہاتھ میں پکڑا کوٹ اور بریف کیس وہیں صوفے پہ رکھے اور ان کے قریب آ بیٹھے۔

(پاگل مت بنو ثانیہ! بنا بنایا کھیل مت بگاڑو' سمجھ لو یہیں سے تم اپنی آئندہ زندگی کے لیے سنگ بنیاد رکھو گی' اچھی چاہے بری۔)

اس نے وقار حسن کا ہاتھ زور سے جھٹکا تھا اور چیخ چلا کر اپنا تمام ہیجان نکال دینا چاہتی تھی جب اس کے دماغ میں جیسے صالحہ کی باتوں کی آواز بازگشت بن کر سرسرائی' تب وہ نہ چاہتے ہوئے بھی لب بھینچے ہوئے خاموش ہو گئی۔ وقار حسن اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو بہت دھیان سے دیکھ رہے تھے۔

"آریو اوکے؟" وہ نرمی سے استفسار کر رہے تھے۔

"میں! ایم او کے ناؤ۔" انہوں نے گہرے گہرے سانس بھرے۔

"ہاں! میں بنا بنایا کھیل نہیں بگاڑوں گی، مگر یہ بڑھیا چلی کیوں نہیں جاتی؟ مجھے لگتا ہے اس کی وجہ سے ضرور کچھ غلط ہوگا۔" وقار حسن کے جانے کے بعد وہ ہاتھ مل مل کے سوچتی رہی، مگر پھر اچانک اس کے ذہن میں کوئی کوندا سا لپکا تھا۔ اگلے ہی پل وہ بہت پُرجوش نظر آنے لگی۔

☼ ☼ ☼

پھر وقت بہت تیزی سے گزرا تھا۔ ثانیہ نے خود پہ چاپلوسی، ہمدردی اور جھوٹی محبت کا ملمع چڑھالیا اور بہت کامیابی سے وہ ان چاہا اور نفرت انگیز رول نبھانے لگی۔ پھر وہ وقت بھی آیا تھا، جس کے لیے اس نے بہت دل مارا تھا۔ بہت سارا زیاں اپنے حصے میں لکھوایا تھا۔ اور پل پل سولی پہ لٹکی تھی۔

روا نے شہر کے مہنگے ترین اسپتال میں ایک صحت مند اور خوب صورت بچے کو جنم دیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وقار حسن اور اماں جان کے ساتھ ساتھ ثانیہ بھی دل سے خوش ہوئی تھی۔

"یہ میرا بیٹا ہے، صرف میرا، اس کا ہر کام میرے ذمے۔" اس نے ننھے بچے کو گود میں لے کر چٹاچٹ چومتے ہوئے جس مجنونانہ انداز میں اعلان کیا تھا، اس کی شدت اور گہرائی کو پائے بغیر وقار حسن اور اماں جان بھرپور طمانیت سے مسکرائے تھے۔

ثانیہ نے اپنا کہا سچ بھی کر کے دکھایا تھا۔ اس نے بچے میں گم ہو کر گویا دنیا ہی بھلا ڈالی تھی۔ یہ ایک عورت کی ترستی ہوئی ممتا بھی تھی اور ملکیت کا جذبہ بھی۔ روا کو "اسامہ" کو صرف اس وقت دیا جاتا، جب اسے فیڈ کروانا ہوتا۔ رات کو بھی ثانیہ ہی اسے اپنے ساتھ سلاتی تھی۔

"اسے فیڈر سے بھی دودھ پلایا کرو، اتنا عادی مت بناؤ اسے۔" بھوک سے بے تحاشا روتے اسامہ کو روا کے حوالے بادل ناخواستہ کرتے ہوئے اس نے ایک نیا آرڈر لگایا۔

روا چونک سی گئی، وہ ماں تھی اور اپنی ممتا کو کیسے تھپک کر سلا رہی تھی۔ حالات کا تقاضا تھا کہ وہ بچے کو ثانیہ کے حوالے کرنے پہ مجبور تھی۔ اس بات پہ تڑپ کر ثانیہ کو دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب ہے دلہن؟ ماں کی موجودگی میں بچے کو بوتل کا بازاری دودھ پلانے کی کون سی آفت آئی ہوئی ہے؟" اماں جان کی کوئی مجبوری نہیں تھی کہ یہ بات چپ چاپ سنتیں۔ ٹھنڈے سے لہجے میں ٹوک دیا۔

ثانیہ نے پہلے تو سرد نظروں سے انہیں دیکھا، پھر رسانیت سے بولی۔

"میں تو اس لیے کہہ رہی تھی کہ اسے اپنے میکے بھی جانا ہوگا، ظاہر ہے اسامہ تو وہاں نہیں رہے گا جا کے۔"

"وہاں کیا مضائقہ ہے؟ جب ماں رہ سکتی ہے تو بیٹا کیوں نہیں؟" اماں جان کا لہجہ ہنوز تیکھا اور سرد تھا۔

"اس لیے کہ ماں اس ماحول کی عادی ہے، مگر یہ ہمارا خون ہے۔ وقار حسن کا بیٹا ایسے معمولی گھر میں جا کے کیوں رہے؟" ثانیہ زہریلے لہجے میں کہہ کر جھٹکے سے مڑ کے چلی گئی۔

روا ساکت بیٹھی تھی۔ اماں جان نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا تو اس کی آنکھوں میں دھند سی اتر گئی۔

☼ ☼ ☼

روا غیر یقینی سے آنکھیں پھاڑے اماں جان کو سفید لبادہ اوڑھے آخرت کے سفر کے لیے بالکل تیار دیکھ رہی تھی۔ ان کا وجود اس کے لیے ٹھنڈی چھاؤں کی طرح تھا۔ وہ وقار حسن سے زیادہ ان سے نزدیک ہو گئی تھی، مگر اب اسے لگ رہا تھا جیسے وہ ایک دم سے تپتی دھوپ میں آ کھڑی ہوئی ہے۔ سوئم تک وہ اسی غیر یقینی کے حصار میں مقید رہی تھی۔

اسے علم تھا کہ وہ کبھی بھی ثانیہ کے برابر کی حیثیت نہیں پا سکتی، اس کے باوجود کہ وہ وقار حسن کی بیوی

ہے۔ پرسہ دینے والے بھی اسی سوسائٹی کے لوگ تھے، جس سے وقار حسن اور ثانیہ تعلق رکھتے تھے۔ ان لوگوں کو ثانیہ اور وقار حسن سے ہی ہمدردی تھی۔ اسے تو وہ سب کسی حاجب کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ایسے میں روا کا جی چاہتا، وہ کسی ایسی جگہ جا چھپے جہاں اس قسم کی نظریں نہ ہوں۔ وہ اندر سے کمزور پڑ رہی تھی۔ وقار حسن کی توجہ اور ہمدردی کی خواہاں تھی، مگر آج کل تو وقار حسن کے پاس اس کے لیے جیسے بالکل وقت نہیں تھا۔ وہ ثانیہ کی وجہ سے ازحد ڈسٹرب تھے، جو اماں جان کی وفات پہ ایک دم کمھلا کے رہ گئی تھی۔ اماں جان کی بیماری کے دنوں میں ثانیہ، اسامہ کے ساتھ ساتھ اماں جان کا بھی بہت خیال رکھنے لگی تھی۔ اس نے ان چار مہینوں میں اماں جان کی اتنی خدمت کی تھی کہ وہ ماضی کی تمام ناراضگیاں بھلانے پہ مجبور ہو گئی تھیں اور مرتے دم تک ان کے لبوں پہ ثانیہ کے سکھوں کی دعائیں ہی تھیں۔

"مجھے تو حیرت ہو رہی ہے ثانی! یہ تمہی ہو؟ ارے! تمہیں اس بڑھی کے مرنے پہ اتنا اثر لینے کی کیا ضرورت پیش آگئی؟ اگر وقار بھائی کو متاثر کرنے کی سعی تھی تو جانو! وہ تو آل ریڈی تمہاری مٹھی میں تھے اور رہیں گے۔ روا بے چاری اپنے حسن جہاں سوز اور تمام تر جوانی و نوخیزی کے باوجود ایک کونے میں کھڑی نظر آتی ہے۔"

اماں جان کا چہلم تھا۔ ثانیہ سفید لباس میں ملبوس چہرے پہ حزن و ملال لیے گود میں سوئے اسامہ کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی، جب صالحہ نے اسے حیرانی سے تکتے ہوئے کسی قدر اچنبھے سے کہا تھا۔

ثانیہ نے دل سوزی سے لمبی آہ بھری۔

"نہیں صالحہ! میں نے مان لیا، غلطی پہ میں ہی تھی۔ اماں جان تو بے چاری بہت اچھی خاتون تھیں۔ اللہ انہیں جنت میں جگہ عطا فرمائے۔ مجھے دکھ ہوا کہ خواہ مخواہ اتنے سال ان سے بدگمان رہی۔ اب انہیں قریب سے دیکھا تو ان سے محبت کرنے پہ مجبور ہو گئی۔"

دنیا بھر میں منتخب معیاری ادب
عمران ڈائجسٹ
Emale: id@khawateendigest.com

سرکش راجکماری
داسی
فولاد
برباد زندگی
خواب گزیدہ
بندے کا عشق
سولہ گھونگھٹ
ریشمی زنجیر
انتیس اکتوبر
مئی 2012 کا تازہ شمارہ آج ہی خرید لیں

"اچھا؟" صالحہ نے تحیر بھرے لہجے میں کہا اور گہری کھوجتی ہوئی نظروں سے ثانیہ کا چہرہ دیکھنے لگی جیسے اس کے اندر کا بھید پانے کی کوشش کر رہی ہو۔

☼ ☼ ☼

"کتنے دنوں کے لیے جا رہے ہیں؟" ردا وقار حسن کا سوٹ کیس تیار کر رہی تھی۔ جب سے اسے ان کے بزنس کے سلسلے میں ملک سے باہر جانے کا پتا چلا تھا' ثانیہ کے ساتھ یہاں تنہا رہ جانے کے خیال سے ہی ہراساں ہو گئی تھی۔

"صرف دو ہفتوں کے لیے۔ یوں گزر جائیں گے۔ آپ نے بتایا نہیں کیا لے کے آؤں آپ کے لیے؟" وقار حسن نے مسکرا کر تسلی دی۔ اسے اس قدر کو اس دیکھا تو انہیں اس پر بے تحاشا پیار آیا۔

"یہاں رہ کر بھی تو ہر وقت آپ کے ساتھ نہیں ہوتا ردا! پھر اس قدر پریشان کیوں ہو رہی ہیں؟ اگر چاہیں تو اتنے دنوں اپنے پیرنٹس کے ہاں رہ لیں۔" وہ ایک بار پھر جیسے اسے بہلا رہے تھے۔ ردا نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"اسامہ کے بغیر اتنے دنوں رہنا بہت مشکل ہے۔ وہ وہاں میرے ساتھ کیوں نہیں جا سکتا؟" اس کے دل کا دکھ زبان پہ اتر آیا۔ وقار حسن نے لب بھینچ لیے تھے۔

"آپ جانتی ہیں ردا۔ اسامہ' ثانیہ کے لیے۔"

"مگر میں اس کی سگی ماں ہوں وقار! میں اس کے بغیر کیسے رہ سکتی ہوں۔" ان کی بات کاٹ کر وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔ وقار حسن نے سخت تنبیہی نظروں سے اسے دیکھا۔

"ردا! یہ سگی اور سوتیلی کا لفظ آج کے بعد آپ کی زبان پہ نہیں آنا چاہیے۔ ثانیہ نے جو قربانی دی ہے' وہ آپ کو یاد رکھنا چاہیے۔"

وہ سخت روکھے پن سے کہتے ہوئے پلٹ کر باہر نکل گئے۔

☼ ☼ ☼

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ثانیہ آپا؟ میں کہاں جاؤں گی آخر؟" ردا کے تو قدموں تلے سے زمین کھسک گئی تھی۔

وقار حسن کو گئے صرف تیسرا دن تھا کہ اس پہ یہ قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ ثانیہ نے اس کا مختصر سامان اس کے آگے پھینک کر اسے گھر سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔

"خبردار! مجھے آپا مت کہنا۔ تمہیں اتنے مہینے کیسے برداشت کیا' یہ صرف میں جانتی ہوں' کمتر بے مایا عورت! تم اس قابل ہو کہ میرا شوہر شیئر کر سکو؟ مگر بعض اوقات مجبوریاں بھی انسان سے کیا کچھ کرایا کرتی ہیں۔" ثانیہ کا لہجہ حقارت زدہ تھا۔ ردا کا سانس اٹکنے لگا۔

"مگر آپ نے خود۔" الفاظ اس کے حلق میں اٹک گئے۔

"ہاں! خود پیا تھا یہ زہر کا گھونٹ' صرف اولاد کی خاطر۔ اب تمہیں مزید کیوں برداشت کروں؟ یہ لو! یہ اتنی رقم ہے کہ تم اور تمہارے نکمے باپ اور بیمار مرنے کے قریب ماں کے لیے باقی زندگی کافی ہوں گے۔ اتنی دور دفع ہو جاؤ کہ وقار حسن بھی تمہاری پرچھائیں کو بھی نہ پا سکیں۔" ثانیہ نے نوٹوں کی گڈیاں اس کے آگے پھینکتے ہوئے تحقیر آمیز لہجے میں کہا۔ پھر ردا کی منت سماجت' رونا' تڑپنا کچھ بھی کام نہیں آیا۔ ثانیہ نے ملازموں سے کہہ کر اسے دھکے دے کر وہاں سے نکلوا دیا۔

☼ ☼ ☼

ایک سال بعد۔

کمرے میں نیم تاریکی تھی۔ باہر موسم اپنی شدتوں پہ تھا۔ پردے گرے ہوئے اور کھڑکیاں بند تھیں۔ اس کے باوجود بادلوں کی گڑگڑاہٹ اور بجلی کی خوف ناک چمک اس نیم تاریک کمرے کو لمحہ بھر کے لیے روشن کر جاتی تھی۔ ثانیہ ایزی چیئر پہ بے دم سی پڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں چند کاغذات تھے جو پنکھے کی ہوا

سے پھڑپھڑا رہے تھے۔ یہ وقار حسن کا خط اور ان کی طرف سے دیا گیا طلاق نامہ تھا۔

ہاں! وہ سب اس کے ہاتھوں سے جاتا رہا تھا' جس کے لیے اس نے ہر جائز ناجائز قدم اٹھانے میں ذرا سا بھی تامل نہیں کیا تھا۔ کچھ گناہ ظاہر تھے' کچھ پوشیدہ۔ ردا کی زندگی برباد کرنا اماں جان کی تو زندگی کا چراغ ہی بجھا ڈالا۔ اماں جان کی زندگی میں ردا کو برباد کرنے کا خواب ادھورا ہی رہتا' سو اس نے انہیں خدمت کے بہانے سلو پوائزن دینا شروع کیا اور محض چار ماہ میں اپنا گوہر مقصود حاصل کر لیا۔ اس کے اس گناہ کو منوں مٹی کی تہہ نے دنیا کی نظر سے پوشیدہ کر دیا تھا' مگر رب تعالیٰ پوشیدہ اور ظاہر تمام گناہوں سے واقف ہے اور بلاشبہ اس کا حساب بے حد شفاف ہے۔ دنیاوی میزان کے پلڑوں کو ہم چور دروازوں سے حاصل کی گئی ڈنڈیاں مار کر اپنی حسب خواہش اوپر نیچے کرتے رہتے ہیں' مگر اس کا عدل اس سب سے بالاتر ہے۔ وہ سزا دینے پہ آئے تو بس ایک جھٹکا کافی ہوتا ہے۔

ردا کی گمشدگی نے وقار حسن کو پاگل سا کر دیا تھا۔ وہ اپنی اداکاری سے انہیں مزید دھوکا نہیں دے سکتی تھی۔ شاید ایسا ہو بھی جاتا اگر جو صالحہ انہیں چاروں شانے چت نہ کرا دیتی۔ صالحہ نے اس کے سامنے وقار حسن پہ وہ ساری باتیں مزید چار لگا کر عیاں کی تھیں جن کا مشورہ دینے والی وہ خود تھی۔ صالحہ جو اس کی بہترین دوست اور غمگسار تھی۔

"حیران مت ہو ثانی! کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ یاد کرو! برسوں قبل تم نے بھی میرے ساتھ ایسا کیا تھا۔ وقار حسن صرف تمہاری نہیں' میری بھی محبت تھا۔ مگر تم نے اسے مجھ سے چھین لیا۔ ہاں! میں تو بھی کہوں گی کہ تم نے چھینا۔ اگر تم بیچ میں نہ آتیں تو آج وہ میرا ہوتا۔ تب سے میرا سینہ جھلس رہا تھا۔ آج وہاں ٹھنڈک ہے' سکون ہے۔" وہ خباثت سے مسکرائی۔

وقار حسن تو اس لرزا دینے والے انکشاف کے بعد خاموشی سے پلٹ گئے تھے' مگر صالحہ وہیں کھڑی رہی تھی' من کا جی جلانے کو۔

"میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی آستین کی سانپ۔" وہ ہسٹریائی انداز میں چلائی۔

"خیر تو تم مناؤ ثانیہ بیگم! اب وقار تمہارے ساتھ کیا کرے گا۔" وہ طنز سے مسکرائی۔

اور وقار حسن نے جو کیا تھا' وہ انہیں دیوانہ کر رہا تھا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا ثانیہ! تم ایسی گھٹیا ذہنیت کی مالک نکلو گی۔ میں اپنے بیٹے کے ساتھ جا رہا ہوں۔ تم سے تمام تعلق توڑ کر۔ ردا کو بھی ڈھونڈ لوں گا' مگر تم سوچو کہ تمہارے حصے میں کیا آیا؟"

یہ ان کے خط کے الفاظ تھے جو ثانیہ دن میں ستر ہزار بار پڑھتی اور خشک آنکھوں سے روتی۔

ہاں! بھلا کیا پایا تھا اس نے؟ کیوں اس نے خود کو فرعون کی طرح خدا سمجھتے ہوئے اتنے بڑے فیصلے کر ڈالے؟

آخر ایک وقت ہی تو ہوتا ہے ظلم کا' مہلت کا بھی' پھر وہ کن فرمانے والا ساری رسیاں ایک جھٹکے سے کھینچتا ہے اور زمین پہ بسنے والا' خود کو خدا سمجھنے والا کسی حقیر کیڑے کی مانند مسل کر رہ جاتا ہے۔ یہی خدائی فیصلے ہیں کہ وہ فرماتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔

مگر ثانیہ کو جب تک سمجھ آئی تھی' وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ☼

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے ایک اور ناول
کوئی ایسا اہل دل ہو
فہیلہ عزیز
قیمت ----- -/250 روپے
منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37- اردو بازار' کراچی۔